ہمارا مروّجہ نصابِ تعلیم
اور
اہلِ حدیث کی ذمہ داریاں

زیرِ نظر مقالہ جناب رضوان مجید متعلّم دارالحدیث محمدیہ (ملتان) نے ماموں کانجن کی سالانہ سیرت کانفرنس میں پڑھا، جو معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ لائقِ توجہ بھی ہے ــــ اسی لیے ہم اسے "حرمین" کے ادارتی صفحات میں شائع کر رہے ہیں۔　　　　(ادارہ)

الحمد للہ وکفٰی والصّلوٰۃ والسّلام علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی، خصوصًا علٰی سیّد الانبیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم وعلٰی اٰلہ واصحابہ اتّقیاء، امّا بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ!

صدرِ گرامی قدر، قابلِ صد احترام علمائے کرام و معزز سامعین ــــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

جس موضوع پر مجھے اظہارِ خیال کا حکم ہوا ہے، وہ ہے: ہمارا مروّجہ نصابِ تعلیم اور اہلِ حدیث کی ذمہ داریاں! ــــ کسی بھی ملک کے تعلیمی اداروں کا نصاب اس ملک کے طلباء کو آئندہ کے لیے ذمہ دار شہری بنانے، ملک کی زمامِ کار سنبھالنے کے قابل بنانے اور فرد و معاشرہ کے لیے مفید ترین انسان بنانے کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے ــــ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے، جو "پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے نعرے تلے طویل جدوجہد کے نتیجے میں

معرضِ وجود میں آئی، اس مملکتِ خداداد کی بنیادیں لاکھوں انسانوں کا مقدس خون، ہزاروں بچوں کی معصوم نعشیں، بے شمار عزتیں آبروئیں، اور اربوں روپے کی جائدادیں دفن ہیں ــــ یہ قربانیاں صرف اس جذبہ کے پیشِ نظر دی گئیں کہ کرۂ ارض پہ اسلام کا ایک قلعہ تعمیر ہو رہا ہے اور ہمیں اس کی تعمیر میں ہر ممکن حصہ لینا چاہیے ــــ ایسی نظریاتی مملکت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قیام وطن کے ساتھ ہی سرکاری مدارس میں درجہ بدرجہ قرآن، حدیث، حیاتِ صحابہؓ، جہادِ اسلامی، قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا زہد، تقویٰ، عدل، اخوت جیسے مضامین شامل نصاب کر کے بچوں کی سیرت و کردار کی تشکیل کی جاتی، تاکہ وطنِ عزیز کا ہر نوجوان ڈاکٹر، انجینئر، استاد، افسر، کلرک، تاجر اور ماہرِ فن سائنسدان بننے کے ساتھ ساتھ ایک راسخ العقیدہ صاحبِ کردار مسلمان بھی بنتا ــــ لیکن افسوس کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد وطنِ عزیز کے پالیسی ساز اداروں پر وہ لوگ قابض ہو گئے جو ذھنی طور پہ انگریز سے مرعوب، اور اسی کے نظریات کے علمبردار تھے۔ دیگر اداروں کی طرح سرکاری مدارس کی نصاب سازی میں بھی ان لوگوں نے اپنی وہی ذھنیت اور سوچ برقرار رکھی، جس کی بناء پر آج آزادی کے تقریباً نصف صدی گزرنے کے باوجود انگریزی زبان تعلیمی اداروں میں ہر سطح پہ راج کر رہی ہے۔ حکمران ٹولے نے انگریز کے "DE VIDE AND RULE" یعنی "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے فارمولے کو تعلیمی اداروں میں بذریعہ نصاب داخل کر کے فرقہ بندی اور مذہبی افتراق کو معصوم ذھنوں میں میٹھے زہر کی شکل میں داخل کیا۔ مختلف ادوار میں اربابِ اقتدار کی طرف سے خوبصورت الفاظ میں تعلیمی پالیسیاں تشکیل دی گئیں، لیکن عملاً نصابِ تعلیم جوں کا توں رہا۔ اب آخری تعلیمی پالیسی ۱۹۸۳ئہ میں مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں تشکیل دی گئی، جس میں منجملہ دیگر تبدیلیوں کے بہ ظاہر ایک خوش کن اضافہ یہ کیا گیا کہ سرکاری تعلیمی اداروں کا نصابِ تعلیم تمام سطحوں پہ قرآن وسنت کے مطابق ترتیب دیا جائے گا ــــ لیکن عملاً جو کچھ ہوا، وہ یہ کہ آج شرک، بدعت، قبر پرستی، ضعیف الاعتقادی، توہم پرستی، من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی کرامات، شرکیہ اشعار بچوں کے معصوم اور زرخیز ذھنوں میں داخل کیے جا رہے ہیں ــــ میرے سامنے اردو کی دوسری کتاب ہے، اس کے صفحہ نمبر ۷، پہ سبق نمبر ۲ "حضرت سلطان باہوؒ" کے عنوان سے ہے۔ اس پہ سلطان باہو کی پختہ قبر، جو کہ ایک خوبصورت عمارت کی شکل میں ہے، اس کو رنگین تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ مقبرہ کے باہر دروازے پہ زائرین کی قطار اور نیچے

دوسری رنگین تصویر میں کچھ حاضرین دکھائی دے رہے ہیں۔ اس سبق کے ذریعے طالب علموں کے دلوں میں اس مقبرے پر حاضری اور قوالی کا شوق پیدا کیا گیا ہے۔ اردو کی تیسری کتاب میں حضرت علیؓ کے مقبرے کی بہت خوبصورت رنگین تصویر دی گئی ہے۔ اور کہانی میں حضرت علیؓ کو دو عورتوں، جو کہ ایک ہی بچے کی دعوے دار ہیں، کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے۔ حالانکہ کسی بھی سیرت کی کتاب میں حضرت علیؓ سے متعلق یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس طرح ایک پیغمبر سے منسوب واقعہ کو حضرت علیؓ سے منسوب کر کے بچے کو 'کذب' کا سبق دیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ جو مقصد ہے وہ اظہر من الشمس ہے ـــــ اردو کی چوتھی کتاب میں سبق نمبر ۲۱ "میاں محمد بخش" اور سبق نمبر ۲۷ "میاں وارث شاہ" ہے۔ میاں وارث شاہ کے مقبرے کی رنگین تصویر اور وارث شاہ کی تصنیف "ہیر وارث شاہ" کا خصوصی تذکرہ ہے، تاکہ معصوم ذہنوں میں بچپن ہی سے عشق کے جراثیم ایک عملِ خیر کی شکل میں داخل کیے جائیں ـــــ اس سبق میں روحانی فیض کے حصول کے لیے وارث شاہ کے سلسلہ چشتیہ کے مرید ہونے کا ذکر خصوصی طور پر شامل ہے، تاکہ بچے کا معصوم ذہن اللہ تک رسائی کے لیے ان بھول بھلیوں کا شکار ضرور ہو ـــــ

اُردو کی چھٹی کتاب میں صفحہ نمبر ۶۵ پر سبق نمبر ۱۸ بعنوان "حضرت داتا گنج بخش" ہے۔ اس سبق میں بچے کو قبروں سے عقیدت اور قبروں کی عظمت، ان سے فیض حاصل ہونے وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے ـــــ ایک عبارت ملاحظہ ہو:

"لاہور شہر کو جس قدر عظمت اور برکت ملی ہے، وہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نیک بندہ اس شہر میں مدفون ہے۔"

اسی سبق میں یہ شعر بھی درج ہے:

؎ گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خُدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

حالانکہ خدا کے اوتار اور مظہر کا سبق ہندو مذہب اور یونانی عجمی تصوّف میں ملتا ہے۔ اسلام میں قرآن کی زبان میں "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" کے تحت، کوئی مثلِ خدا نہیں ہے۔ اُردو کی ساتویں کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر سبق نمبر ۳۰، بعنوان "حضرت سچل سرمست"

کی یہ عبارت قابلِ ملاحظہ ہے:

"آپ اکثر فرمایا کرتے تھے، جب تک انسان خاکی بدن کی قید میں رہتا ہے، دنیوی حرص و ہوا کا شکار رہتا ہے۔ لیکن جب وہ تنِ خاکی کی حدود سے بلند ہو جاتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کے تابع ہو جاتی ہے۔"

میرے خیال میں مُردہ پرستی اور قبر پرستی کی تعلیم، نیز کائنات میں مُردوں کے تصرف کا سبق اس سے زیادہ فصیح و بلیغ اور واضح انداز میں معصوم ذہنوں میں اتارا نہیں جا سکتا ——— اسی کتاب کے سبق نمبر ۳۱ پر "روٹی کے بدلے جنت" کے عنوان سے ایک جھوٹ کا طومار، بلکہ شاہکار ہے ——— سبق کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ایک فقیر، بادشاہ کی ملکہ کو، ایک روٹی کے بدلے جنت الاٹ کر دیتا ہے۔ لیکن جب بادشاہ جنت لینے کے لیے اس فقیر کے پاس جاتا ہے، تو وہ ایک لاکھ اشرفی طلب کرتا ہے۔ گویا جنت کی الاٹ منٹ اشرفیوں کے عوض ان بھکاریوں کے ہاتھ میں ہے!

اردو کی آٹھویں کتاب میں سبق نمبر ۴۱ "حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" ہے۔ اس میں قباچہ کے دربار میں قاضی اور درویش کی جھوٹی کہانی لکھی گئی ہے، اور خطوط کے پکڑے جانے پر درویش کی قاضی پر فوقیت اور اس کی ہیبت و عظمت ظاہر کی گئی ہے۔

میٹرک کی اردو کی کتاب "مرقع ادب" (حصّہ نظم) میں، نظم نمبر ۵ اور نمبر ۶ میر انیس جیسے غالی شیعہ کی ہے، جس نے مظلومیتِ امام اور عقیدتِ اہل بیت کے پردے میں معصوم ذہنوں کو شرک کی تعلیم دی ہے ——— شعر ملاحظہ ہو:

؎ جنگل سے آئی فاطمہ رض زہرا کی یہ صدا
امت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمدا

اور طلباء کو ماتم اور سینہ کوبی کی تعلیم دینے کے لیے شعر درج ذیل ہے:

؎ دیکھا جو اہلِ بیتِ نبی نے اٹھا کے سر
نیزے پہ آفتابِ امامت پڑا نظر
دوڑے سروں پہ خاک اڑاتے بچشمِ تر
دیکھا یہ حال جب سرِ بالیں ہوا گزر

ایف۔ اے کے طلباء کے لیے اردو اعلیٰ، صفحہ نمبر ۱۰۵ پر "قصیدہ در مدح حضرت علی رض"،

مرزا رفیع سوداؔ کا ہے ــــ اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

درمِ عیسیٰ سے فزوں فیض ہوا ہے یاں تک
دین میں قسم جمادات سے شاہد ہو خلل

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۹۶ پر، سلامت علی دبیرؔ کی نظم "حضرت عباس کی میدانِ جنگ کو روانگی" کے درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں :

؎ انگلی سے لکھ کے گردنِ توسن پہ یا علیؓ
اک جست میں سوار ہوا حق کا وہ ولی
فی الفور نور طور کے معنی ہوئے جلی
بجلی جلانا بھول کے خود رشک سے ملی

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶۰ پر میر حسن کی "آغازِ داستان" منظوم شکل میں ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کی کہانی لکھی ہے، جس کے گھر بچہ نہیں پیدا ہونا تھا۔ اس نے نجومی، پنڈت، رمّال بلوائے اور سب نے اپنا اپنا حساب لگا کر بتایا کہ تیرے گھر لڑکا پیدا ہوگا، البتہ اسے بارھویں سال صدمہ پہنچے گا ــــ یوں جھوٹی کہانی گھڑ کر بچوں کے ذہن میں ستاروں کی گردش، علم نجوم کی صداقت اور توہم پرستی پیدا کی گئی ہے۔

بی۔ ایڈ کے "اردو زبان و ادب" کی کتاب کے حصّہ نظم میں میر انیس کے مرثیہ "عون و محمد کی معرکہ آرائی" کا ایک بند ملاحظہ ہو :

؎ کھینچے یہ کہہ کے دونوں نے یک بیک
پہنچی زمیں سے آئینۂ مہر تک چمک
گاڑ زمیں میں ادھر تھی ہراساں ادھر سمک
دب کر پروں پہ نادِ علی پڑھتے تھے ملک

اس میں آسمان کے فرشتوں کو نادِ علی پڑھتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے۔

صدرِ گرامی قدر! طوالتِ مضمون کے خوف سے میں ان حوالہ جات کو ختم کرنا چاہتا ہوں، لیکن میری بات تشنۂ تکمیل رہے گی، جب تک میں میر امن دہلوی کی "باغ و بہار" کا تذکرہ نہ کروں۔ اس لیے کہ ہر دور میں کسی نہ کسی جماعت کے نصاب میں اس کے مندرجات شامل رہے ہیں، اور اس کتاب کو ڈراماٹی تمثیل میں ٹیلیویژن پر بھی دکھایا گیا۔ آج کل ایف۔

ایم۔ اے اردو (علی ئے نصاب) میں اس کے اقتباسات سبق نمبر ۴ پر ہیں۔" یہ قصۂ چہار درویش" پر مشتمل ایک جھوٹی، من گھڑت اور کذب کا شاہکار کتاب ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار عشاق نامراد ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک عاشق اپنے عشق میں ناکامی پر خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایک غیبی ندا انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی تلقین کرتی ہے۔ یہاں وہ سب اپنی اپنی سرگزشت سناتے ہیں اور پھر گھوڑے پر سوار حضرت علی رضؓ آتے ہیں اور ان ہجر کے مارے ہوؤں کو ان کی محبوباؤں سے ملاتے ہیں۔ ایسے مصنف کی قبر پر ہزار بار لعنت! کیا حضرت علیؓ کا کام عاشق اور معشوق کا ملاپ کرانا ہی رہ گیا ہے؟ —— صریحاً شرک ہے اس کے علاوہ عم زادِ رسولؐ، داماد رسولؐ، اسداللہ امیرالمومنین، خلیفۂ چہارم حضرت علی رضؓ کی اس سے بڑھ کر توہین اور کیا ہوسکتی ہے؟

حضراتِ گرامی! اب آپ نصابِ تعلیم کا ایک دوسرا رخ آپ کے سامنے پیش کروں! —— میٹرک کی اردو سے لے کر ایم۔ اے اردو تک، ایف۔ اے کی فارسی سے لے کر ایم۔ اے فارسی تک، اور میٹرک کی انگریزی نظموں سے لے کر ایم۔ اے انگلش تک، اتنا فحش کلام داخلِ نصاب ہے کہ میں اپنی قابلِ احترام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں بطور نمونہ بھی کچھ اشعار اس سٹیج پر نہیں پڑھ سکتا۔

مختصراً طلباء و طالبات کو دسویں جماعت ہی سے، جبکہ ان کی عمریں پندرہ سولہ برس سے متجاوز نہیں ہوتیں، عشق و محبت کے آداب و رموز اور اس کی باریکیاں سمجھانی شروع کر دی جاتی ہیں —— اور جوں جوں عنفوانِ شباب سے عینِ شباب کی طرف سفر طے ہوتا ہے، تعلیمی نصاب ان کی جنسی آگ کو بھڑکانے کے لیے مسلسل ایندھن مہیا کرتا ہے —— حتیٰ کہ انگلش، اردو، فارسی کے ایم۔ اے تک پہنچتے پہنچتے جب یہ آتش جسم کو اس قدر جلا ڈالتی ہے کہ نوجوان لڑکے، لڑکیاں آتش فشاں بنے ہوتے ہیں، اس وقت انہیں والدین سے کوسوں دور یونیورسٹی کے آزاد ماحول میں اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر ایم۔ اے کا نصاب تو عشق و محبت کی داستان کو بامِ عروج پر پہنچا دیتا ہے —— بالخصوص جب مرد اساتذہ اپنے سامنے نوجوان طالبات کو موجود پا کر تشریح اشعار اس انداز سے کرتے ہیں کہ کوئی گوشہ مخفی نہیں رہنے دیتے، اس وقت شرم بھی کہیں شرم سے منہ چھپا کر آنسو بہاتی ہوگی، اور حیا کو بھی حیا آجاتی ہوگی!

علامہ اقبال نے شاید ایسے ہی منظر پر کہا ہو گا :

شکایت ہے یا رب مجھے خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

مسلمانوں کی جن بچیوں کو ان درسگاہوں سے شرم و حیا، عفت و عصمت، ستر و حجاب، نیز عائشہ رضؓ و فاطمہ رضؓ کے نقشِ قدم پہ چلنے کا درس ملتا تھا ـــــ اور جن بچوں کو ان درسگاہوں سے خالدؓ بن ولید، طارقؒ بن زیاد، محمد بن قاسمؒ کی سیرت و کردار کا نمونہ بن کر نکلنا تھا، انھیں تعلیمِ جہاد دی جاتی تھی، آج ان نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو اکٹھا بٹھا کر لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا، شیریں فرہاد، سوہنی مہینوال کی داستانیں پڑھائی جاتی ہیں۔

صدرِ گرامی قدر !

ایک مختصر سی جھلک، ان خیانتوں کی بھی سنتے چلیے، جو اس نصاب کے ساتھ کی گئیں۔ آزادیٔ وطن کے بعد معاشرتی علوم ـــــ جو کہ پہلے تاریخ، جغرافیہ اور بعد میں واقفیتِ عامہ اور جنرل نالج جیسے ناموں سے موسوم ہوا ـــــ اس میں تحریکِ پاکستان کے حوالے سے، گو انگریز کے پسند کیے ہوئے نام "وہابی تحریک" ہی سے سہی، کم از کم طلباء کو تحریکِ مجاہدین سے روشناس کرایا جاتا تھا اور قیامِ پاکستان کے دیگر عوامل میں اس کو ایک اہم حیثیت سے روشناس کرایا گیا تھا ـــــ جو کہ مبنی بر صداقت بھی ہے ! ـــــ لیکن اب اس تحریک کو سرے سے نصاب سے ختم کر دیا گیا ہے۔

بی۔ اے کی اسلامیات میں حدیث کی معروف کتاب "بلوغ المرام" کی "کتاب الصلوٰۃ" شاملِ نصاب تھی، لیکن جن کے دل حدیث کے ساتھ بغض سے لبریز ہیں، وہ بھلا کب گوارا کر سکتے تھے کہ طلباء کی نماز سنتِ رسولؐ کے مطابق ہو ؟ چنانچہ اس کو تبدیل کر کے قدوری کی "کتاب الصلوٰۃ" اب داخلِ نصاب کی گئی ہے۔

حاضرینِ گرامی مرتبت ! میری معروضات تشنہ رہیں گی، اگر میں شیعہ اور سنی طلباء کے لیے الگ نصابِ اسلامیات کا تذکرہ نہ کروں ـــــ یہ گویا فرقہ بندی کو مستقلاً طلباء کے قلوب و اذہان پر مسلط کرنے کی سعی ہے، اور شیعہ فرقہ کی ضلالت و گمراہی کو سندِ جواز فراہم کرنے کا ایک ذر

جنابِ والا!

موضوع بہت طویل ہے ـــــ نصاب سازی کے ذریعہ نصف صدی سے طلباء کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا جو مذموم سلسلہ جاری ہے، اب اس کے عملی نتائج ہمارے سامنے ہیں! ـــــ آج کا تعلیم یافتہ نوجوان مذہب سے بیگانہ، مغربیت کا شکار، نشے کا عادی، جنسی آوارگی کا شکار، اور کتاب کی بجائے کلاشنکوف کا دلدادہ ہے ـــــ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس پالیسی ساز ادارے میں بدعتی، مشرک، قبر پرست، نیز یورپ کے ذہنی غلام اور وطن دشمن عناصر گھسے ہوئے ہیں، جنھوں نے مسلسل اور شبانہ روز محنت سے ہمارے طالبِ علم کو برباد کیا ہے۔ یہ اسی نصاب سازی کا کرشمہ ہے کہ آج علم کے گہوارے مقتل گاہوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، معلّم اور متعلّم کا مقدس رشتہ پامال ہو چکا ہے اور تعلیمی درسگاہوں میں کتاب کی بجائے کلاشنکوف کا راج ہے! ـــــ ایک عیسائی پادری نے کہا تھا کہ صلیبی جنگیں ابھی جاری ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اب ہم مسلم ممالک کو فتح کرنے کی بجائے مسلم افراد کے ذہنوں کو فتح کرتے ہیں ـــــ اگر ہم اپنے تعلیمی اداروں کے ماحول اور نصاب کو دیکھیں، تو ہمیں برملا اعترافِ شکست کرنا پڑتا ہے کہ صلیبیوں کی معنوی اولاد نے ہماری نوجوان نسل کو ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا ہے ـــــ علامہ اقبال نے ان مدارس کے نصاب کا جو رونا دورِ غلامی میں رویا تھا، وہ آج بھی صادق آتا ہے:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حضراتِ گرامی قدر! آیئے ہم اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لیں کہ ان حالات میں، جب کہ پہلی دوسری جماعت کے طلباء سے لے کر ایم۔ اے کی اعلیٰ تعلیم تک، بچوں کو شرک، بدعت، قبر پرستی اور مُردہ پرستی کی تعلیم دی جاتی ہو ـــــ جہاں انسانوں کو خدا کے اوتار کے طور پر پیش کیا جاتا ہو ـــــ جس نصابِ تعلیم میں فرشتوں کو نادِ علی کا وِرد کرتے ظاہر کیا گیا ہو ـــــ جہاں فتح و نصرت کے لیے گھوڑوں کی گردنوں پر یا علی لکھا جانا ضروری ہو ـــــ جہاں خلیفہ راشد حضرت علیؓ کو مشکل کشا اور لوگوں کی بہو بیٹیوں کے ساتھ عشق کرنے والوں کا معین و مددگار دکھایا گیا ہو ـــــ اور جہاں تعلیم، تعلیمِ عشق کا نام ہو، تو پھر خود بخود اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ ہو جاتا ہے!

صدرِ ذی وقار! اہل حدیث کی اس نمائندہ کانفرنس کے حوالے سے میں اپنے قائدین سے التماس کرتا ہوں کہ خدارا پوچھیے اربابِ اقتدار سے! —— تمہاری پالیسی کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ نصابِ تعلیم قرآن وحدیث کے مطابق تیار کیا جائے گا —— کیا قرآن و حدیث کی یہی تعلیم ہے، جو تمہارے نصاب میں نظر آ رہی ہے؟

قائدینِ محترم ایک کمیٹی بنائیے جو مکمل نصاب کا جائزہ لے اور دیکھے کہ وہ کون سے خفیہ ہاتھ ہیں، جو وطنِ عزیز کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں! —— بے نقاب کیجیے قوم کے سامنے ان مکروہ چہروں کو، جو امامِ کائنات کی حدیثوں کو نصاب سے خارج کر کے اُمتیوں کی فقہ کو رائج کر رہے ہیں —— نوچ لیجیے نقاب ان سیاہ چہروں سے، جو انیس کے مرثیوں اور میر امن کی رسوائے زمانہ "باغ و بہار" کو داخلِ نصاب کرتے ہیں!

جنابِ والا! نصابِ تعلیم پر نظرِ ثانی کے لیے جو کمیٹی موجود ہے، اس سے رجوع کریں —— اسمبلی کے ایوانوں میں یہ مسئلہ اٹھایا جائے، یا عدالت کے دروازے پر دستک دی جائے —— لیکن اگر کسی جانب سے بھی شنوائی اور دادرسی نہ ہو، تو اس مسئلہ کو اپنی ہی جماعت کے اندر پیش کیا جائے اور ثابت کر دیا جائے کہ اہل حدیث خواہ کتنی ہی تنظیموں میں بٹ جائیں، قرآن وسنت کی سربلندی کے لیے وہ سب ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں اور کندھے سے کندھا ملا کر چلیں گے!

عزت مآب! اہل حدیث طلباء نے یہ شرکیہ اسباق واشعار بہت پڑھ لیے اور اساتذہ نے بہت پڑھا لیے —— اب اعلان کیجیے کہ آئندہ کوئی اہل حدیث شرک و بدعت کی تعلیم حاصل نہیں کرے گا، اور نہ ہی کوئی اہل حدیث استاد شرک وبدعت پر مبنی اسباق پڑھائے گا —— میں سید احمد شہیدؒ اور سید اسماعیل شہیدؒ کے وارثوں سے التماس کرتا ہوں کہ اس تنظیم کو پھر تحریک بناؤ اور شرک و بدعت، فحاشی و بے حیائی کے خلاف اعلانِ جہاد کر دو! ؎

وقت آن پڑا ہے تو کوئی بات نہیں ہم نے سو بار زمانے کے بھرم توڑے ہیں
ضربِ محمود و قاسم ابھی زندہ و پائندہ ہے ہم نے بت خانۂ دہر کے صنم توڑے ہیں

—— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!